سچائی سے محبت اور جھوٹ سے نفرت اپنے مزاج کا حصہ بنائیں اور احمدی سارے معاشرے کو سچا معاشرہ بنادیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ راگست ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝۳۱ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝۳۲ (الحج: ۳۱ تا ۳۲)

پھر فرمایا:۔

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ وہی بات درست ہے جو خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حرمات کی تعظیم کرے اللہ کی حرمات سے مراد یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے معزز ٹھہرایا ہو اور جن میں خدا کی اجازت کے بغیر دخل اندازی کا حق نہ ہو اُن کو حرمات اللہ کہتے ہیں۔ تو جو بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ حرمات کی تعظیم کرے فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اللہ کے نزدیک یہ اس کے لئے بہتر چیز ہے اور تمہارے لئے

اللہ تعالیٰ نے اَلْاَنْعَامُ یعنی چوپایوں کو جائز قرار دے دیا یعنی اُن کے گوشت سے تم استفادہ کر سکتے ہو اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْکُمْ سوائے اُس کے جس کا ذکر تم پر گزر چکا ہے کہ چوپایا بھی ہو اور حلال چوپایا بھی تب بھی اس کا گوشت نہیں کھانا یعنی وہ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو بتوں پر چڑھایا گیا ہو تو فرمایا اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْکُمْ سوائے ان حلال جانوروں کے جو عام حالات میں تو حلال ہیں لیکن کسی مکروہ تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو حرام قرار دے دیا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جس سے جو بتوں سے تعلق رکھتا ہے یعنی ناپاکی اور گندگی جو بتوں سے تعلق رکھتی ہے یا شرک سے تعلق رکھتی ہے اس سے اجتناب کرو وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور قول زور سے اجتناب کرو یہ تاکیداً فرمایا گیا ہے حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ یہ اجتناب کن معنوں میں ہو اس کی تشریح یہ ہے کہ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ جھوٹ سے پرہیز کرو اور اللہ کی طرف جھکاؤ یعنی محض جھوٹ چھوڑنے کی تعلیم نہیں ہے بلکہ جھوٹ کے بدلے خدا تعالیٰ کی پناہ میں آنا اور اس سے تعلق باندھنا غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ ایسا سچا ہو کہ اس میں شرک کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے، خدا کے سوا کسی قسم کا شرک بھی اس کے دل میں نہ ہو۔ وہ شخص ہے جو حقیقت میں زور سے یعنی جھوٹ سے اور اَوْثَانِ سے توبہ کرتا ہے اور علیحدگی اختیار کرتا ہے وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جو شخص اللہ کا شرک اختیار کرے یا شریک ٹھہرائے، فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ گویا وہ آسمان سے گرا ہو فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اور زمین پر گرنے سے پہلے پرندہ اُسے اُچک کر لے جائے بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ گوشت کے ٹکڑے اوپر پھینکے جاتے ہیں تاکہ چیلیں اور کوّے وغیرہ اُن کو اُچک لیں تو جب وہ نیچے گرنے لگتے ہیں تو باقاعدہ تیزی سے جھپٹ کر کوئی جانور آ کر اُن کو اُچک لیتا ہے تو یہ وہ منظر ہے جو قرآن کریم نے کھینچا ہے لیکن زمین سے اُٹھنے والی چیز نہیں ہے جو قرآن کریم نے کھینچا ہے لیکن زمین سے اُٹھنے والی چیز نہیں ہے، آسمان سے گرنے کا ذکر فرمایا ہے اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ یا ایسی چیز ہو جو اُکھڑ چکی ہو اور اس میں کوئی وزن نہ رہے اور ہوائیں جس طرف چاہیں اُسے اُڑا لے جائیں یہاں تک کہ کسی دور کے مقام میں کسی ایسے مقام پر جس سے لوگ آشنا بھی نہ ہوں وہاں اس گندگی کو اُٹھا کر پھینک دیا جائے۔ یہ شرک کی مثال دی گئی ہے۔ اس میں جو مرکزی نکتہ میں آپ کے سامنے پیش

کرنا چاہتا ہوں وہ قَوْلَ الزُّوْرِ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ میرے گزشتہ خطبے کا تعلق جھوٹ سے تھا اور میں نے بیان کیا تھا کہ میں آئندہ خطبے میں بھی انشاءاللہ دوبارہ اسی موضوع پر مزید روشنی ڈالوں گا۔

لیکن اس آیت کے تعلق میں ایک اور بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ حُرُمٰتِ اللّٰهِ جو ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے معزز ٹھہرایا ہو جیسے بیت اللہ جسے بیت الحرام کہا جاتا ہے اس کے متعلق فرمایا وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ وہ حرمت والی جگہیں وہ ہیں جن کی تعظیم کرنی ضروری ہے اور ایک لفظ حرام مکروہ چیز پر بھی صادق آتا ہے ان کو حرمات اللہ تو نہیں کہا جاتا مگر حرام چیزیں قرار دیا جاتا ہے جس کے مقابل پر لفظ حلال ہے۔ تو قرآن کریم نے یہاں دونوں چیزوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ حُرُمٰتِ اللّٰهِ کہ جن کی تعظیم کا اللہ حکم دیتا ہے جیسے شعائر ہیں انبیاء ہیں، انبیاء کے رہنے کے مقامات ہیں، عبادت گاہیں ہیں یہ سب حُرُمٰتِ اللّٰهِ ہیں ان سب کی تعظیم ضروری ہے اور ایک وہ حرام چیزیں ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔ ان حرام چیزوں میں دو چیزوں کو اکٹھا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک شرک کا اور ایک جھوٹ کا جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں اس مضمون کو کھولا تھا۔

درحقیقت جھوٹ اور شرک ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور آپ اس مضمون پر جتنا بھی غور کریں گے اتنی ہی بات کھلتی چلی جائے گی کہ خدا کے بعد سب سے بڑا بت جس کی پرستش کی جاتی ہے وہ جھوٹ ہے۔ وہ بت جن کو پتھر سے بنایا جاتا تھا یا لکڑی یا لوہے تانبے سے گھڑا جاتا تھا وہ بت تو کسی زمانے میں پوجے جاتے تھے۔ اب تو سب سے بڑے مشرک ممالک میں بھی گنتی کے چند ہیں جو اُن بتوں کی پرستش کرتے ہیں ورنہ بڑی بھاری اکثریت ہے جو اُن کے نام سے بھی ناآشنا ہے کبھی مندر کی طرف منہ نہیں کیا۔ ساری زندگیاں دنیا کی پیروی میں ہی کٹ گئی ہیں۔ پس وہ بت تو اب بہت شاذ کے طور پر دنیا میں رہ گئے ہیں۔ جن کی واقعۃً پرستش کی جارہی ہو لیکن جھوٹ کا بت ایسا ہے کہ دنیا کے ہر برّ اعظم میں، ہر ملک میں، ہر شہر میں، ہر قصبے میں بڑی بڑی سلطنتیں ہوں یا چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہوں، بڑی بڑی اقتصادی بادشاہتیں ہوں، یا غریب کی تجارتیں ہوں ہر جگہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے اور اس کثرت سے جھوٹ کی عبادت کی جاتی ہے کہ شاذ ہی دنیا پر کبھی یہ دور آیا ہو کہ جھوٹ کی ایسی عبادت کی جاتی ہو۔ وہ لوگ جو بظاہر سچے ہیں جو روز مرّہ کے معاملات میں سچے ہیں وہ لوگ جو اپنے ملک

میں سیاست کے لحاظ سے صاف ستھرے ہیں اور قوم کے سامنے جوابدہ ہیں، غیروں کے معاملے میں ان کی سیاست سراسر جھوٹی ہو جاتی ہے، ان کے بہانے جھوٹے، اُن کے نظریات جھوٹے، جو عذر رکھ کر وہ غیروں پر حملے کرتے ہیں وہ جھوٹے جو عذر رکھ کر حملے نہیں کرتے وہ جھوٹے۔ اب آپ کے گلف کے پس منظر ہیں، بوسنیا کے حالات کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ مغربی دنیا کا ردعمل ان دونوں میں کتنا مختلف اور کتنا جھوٹا ہے۔ وہاں ایک کرد کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو آگ بگولہ ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کردوں پر ظلم ہو رہے ہوں اور انگلستان خاموش رہے اور امریکہ خاموش رہے۔ ہمیں چاہے طاقت استعمال کرنی پڑے جو چاہے ہم کریں گے ان مظلوموں پر ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے اور اُدھر بوسنیا کا حال یہ ہے کہ مسلمانوں کو باقاعدہ منظّم سازش کے طور پر صرف مظالم کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا بلکہ سکیم یہ ہے کہ اس خطے سے مسلمانوں کا صفایا کر دیا جائے اور جب کہا جائے کہ یہاں طاقت کا استعمال کیوں نہیں کرتے تو اول تو تاخیر کے بہانے بہت تھے۔ اب یہ عذر پیش کیا جا رہا ہے کہ ہم ایک اور ویٹ نام نہیں بنانا چاہتے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ایک اور ویٹ نام بنا دیں۔ صدام حسین کے اوپر ہاتھ ڈالنے میں بڑی جرأت کی گئی تھی باوجود اس کے کہ کہا یہ جاتا تھا کہ صدام حسین اتنی بڑی طاقت بن چکا ہے کہ اس کو دیکھ کر جرمنی کا ہٹلر یاد آتا ہے اور عراق ہٹلر کا جرمنی بن چکا ہے۔ وہاں کوئی خوف نہیں تھا لیکن یوگوسلاویہ سے تعلق رکھنے والا وہ نسلی گروہ جس نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ظلم شروع کئے ہیں یہ دراصل اس کی حمایت نہیں ہے بلکہ اسلام کے ساتھ بغض ہے جو اس کے پیچھے کارفرما ہے اور عذر یہ تراشا جا رہا ہے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہاں ایک ویٹ نام بن جائے ایک اور لمبی جنگ شروع ہو جائے حالانکہ وہ شخص جس کو تاریخ حاضرہ کی معمولی سی بھی شُد بُد ہو یا سیاست سے ذرہ بھی آگاہی ہو وہ جانتا ہے کہ ویٹ نام اس لئے بنا تھا کہ اس کے پیچھے روس اور چین کی طاقتیں تھیں اور خصوصاً روس نے غیر معمولی طور پر ویٹ نام کو ہر قسم کے اسلحے مہیا کئے اور طاقت دی ان کی رہنمائی کی وہاں جنگی مشقیں کروائی گئیں۔ ان کو گوریلا وارفیئر کی ٹریننگ دی گئی بہت ہی غیر معمولی طور پر بیرونی مدد اور بیرونی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں ویٹ نام بنا تھا۔

آج جبکہ روس ان مغربی طاقتوں کے ساتھ مل چکا ہے آج جبکہ چین کی کوئی طاقت ہی نہیں رہی کہ وہ علیحدہ اپنی مرضی سے کسی ملک میں کوئی فساد برپا کر سکے تو یوگوسلاویہ جیسے ملک کی مجال کیا ہے

کہ وہ بڑی طاقتوں کے مقابل پر سر اُٹھا سکے۔ چاروں طرف سے وہ ایسی ریاستوں میں گھرا پڑا ہے جن میں سے کوئی بھی اس کی مدد نہیں کرسکتی لیکن ان کی طرف سے آپ ایسے ایسے عجیب عذر سنیں گے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور عوام الناس کا یہ حال ہے کہ وہ ان کو قبول کئے چلے جاتے ہیں۔

پس ہر بات جھوٹ ہو چکی ہے اور بوسنیا کا جو معاملہ ہے اس کے پیچھے دراصل اسلام دشمنی ہے۔ میں اسے اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ گزشتہ تاریخ میں یورپ میں ترکی نے ایک کردار ادا کیا اور کئی یورپین ریاستوں پر ایک لمبے عرصہ تک اسلام کا غلبہ رہا اور ان طاقتوں کے ٹوٹنے کے باوجود بھی بعض علاقوں میں مسلمانوں کی بھاری تعداد موجود رہی لیکن آزاد ریاست کے طور پر ایک بوسنیا تھی جو بھاری مسلم اکثریت کی تھی اور یورپین تھی اور آزاد تھی اور اب اس کو دوبارہ اس کو وہی پہلی سی سیاسی طاقت کے طور پر قبول کیا لیکن یہ برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یورپ میں اسلام کا کوئی دخل رہ جائے، یہ برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یورپ میں کسی وقت ترکی کو پھر دخل اندازی کا موقع فراہم کیا جائے۔ پس یہ جو کھیل کھیلا جارہا ہے یہ عیسائیت کے حق میں نہیں ہے بلکہ اسلام کی دشمنی ہے دہریوں کو بھی اسلام سے دشمنی ہے، یہود کو بھی اسلام سے دشمنی ہے۔ عیسائیوں کو بھی اسلام سے دشمنی ہے یہ بغض معاویہ ہے حُبّ علی نہیں ہے۔ پس اس کی خاطر جتنے چاہو جھوٹے بہانے بنالو اور ساری قوم قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہے، ساری مغربی دنیا یا وہ مشرقی دنیا جو ان کے تابع فرمان ہے وہ ان کو قبول کئے چلی جاتی ہے اور مسلمان بے چارے کو کوئی ہوش ہی نہیں ہے۔ مسلمان سیاست دان آگے سے ایسی لغو باتیں کرتا ہے کہ اس سے بھی طبیعت میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور سخت تکلیف پہنچتی ہے کہ مدد تم کیسے کرسکتے ہو جن قوموں نے یہ ظلم کیا ہے ان کا ساتھ چھوڑنے کو تو تم میں جان نہیں، طاقت نہیں ہے، مجال نہیں ہے کہ اُن سے اپنے تعلقات توڑ دیا ان کو اقتصادی (Retaliation) ردّ عمل کی دھمکی دے دو یا اس حد تک ہی دو جس حد تک تم کرسکتے ہو یہ تو کسی کو توفیق نہیں ہے کہ باقاعدہ منصوبہ بنا کر اتنی بات کرے جو سچی ہو جس پر عمل درآمد کی توفیق ہو اور غیر دنیا یہ سمجھ لے کہ اسلامی دنیا اس چیز کو برداشت نہیں کرے گی۔ اس کی بجائے بیان یہ دیے جارہے ہیں مثلاً پاکستان یہ کہتا ہے کہ ہم فوج بھیجنے کے لئے تیار ہیں۔ جماعت اسلامی کا دعویٰ ہوتا ہے کہ چلو رضا کار بھرتی کرو اور وہاں بھجواؤ۔ پاگل پن ہے، کون سے رضا کار؟ کیسے پہنچیں؟ کسی میں طاقت ہے؟ کس کی مجال ہے کہ ان معاملات

میں دخل دے، سارے جھوٹ کے قصے ہیں۔

پس یہ مثال میں نے کھول کر دی ہے کہ وہ دنیا وہ وقت، جس میں سب کچھ جھوٹ ہو چکا ہے۔ یہ وہی دور ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا: وَالْعَصْرِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۳﴾ (العصر: ۲،۳) زمانہ گواہ ہے کہ انسان بحیثیت انسان گھاٹے میں ہے پس آپ جہاں بھی تلاش کریں دیکھیں ساری دنیا بتوں کی آماجگاہ بن چکی ہے، ہر دل میں جھوٹ کے بت نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ مطلب کی بات ہے جب مطلب درپیش ہو تو ضرور جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے، بہت کم ایسے شرفا ہیں بہت کم ایسے موحد ہیں جو سخت ابتلاء میں پڑ کر بھی سچائی سے کام لیتے ہیں۔

پس اس لئے جماعت احمدیہ جب توحید کی دعویدار ہے جماعت احمدیہ کا ادّعا یہ ہے کہ ہم نے اس دنیا سے شرک کا قلع قمع کرنا ہے تو یہ باتیں مضمون نگاروں یا تقریروں سے تو نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لئے تو عظیم انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہوگی اور یہ انقلاب ہمارے نفوس میں برپا ہونا ہوگا یہ ایسا انقلاب نہیں ہے جو آپ کے سینوں سے اچھل پڑے جب تک کہ سینوں میں برپا نہ ہو۔ پس پہلے اپنے اعمال، اپنے کردار، اپنے خیالات، اپنی گفتار میں ایک انقلاب برپا کریں۔ اپنے آپ کو موحّد بنائیں جھوٹ سے کلیۃً ہجرت کر کے توحید کے دامن میں پناہ لیں **پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو وہ طاقت نصیب ہوگی جس کے نتیجہ میں دنیا میں آپ ایک عظیم انقلاب برپا کر سکیں گے اور یہ طاقت توحید کی طاقت ہے وہ ایک طاقت جس نے لازماً فتحیاب ہونا ہے وہ توحید کی طاقت ہے۔ وہ ایک طاقت جس کے لئے خدا کی غیرت کسی اور چیز کو برداشت نہیں کر سکتی وہ توحید کی طاقت ہے۔**

پس جب موحّد ہو کر خدا کی ذات میں گم ہوتے ہیں تو اسی کا نام تبتل الی اللہ ہے اور تبتل کے طریق میں سب سے بڑا تبتل جھوٹ سے اختیار کرنا ضروری ہے اور سب سے بڑا شرک جھوٹ ہی کا شرک ہے۔ پس اس پہلو سے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ یہ کوئی نظریاتی بحثیں نہیں ہیں حقیقت کی دنیا میں اتر کر ہمیں روزمرّہ کی زندگی میں ان بتوں کی تلاش کرنی ہوگی، ان کی نشاندہی کرنی ہوگی جو بت روزمرّہ ہماری زندگی پر حاوی ہوتے ہیں۔ ہماری باتوں، ہمارے طرز عمل پر اُن کا اختیار ہے اور ہم موحّد ہیں اور اس کے باوجود بیک وقت خدا کے سامنے بھی سر ٹیک رہے ہیں اور غیر اللہ کے سامنے بھی دل پیش کر رہے ہیں۔

پس یہ متضاد زندگی کی کیفیت ہے یہ قابل قبول نہیں تضاد خود جھوٹ ہوتا ہے۔ پس جہاں تضاد پیدا ہو جائے وہاں ساری زندگی جھوٹ بن جاتی ہے اس کا شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی گھر میں ہر مرد، عورت، بچے، ہر ایک کے دل میں پوری قوت کے ساتھ جھوٹ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جس رنگ میں اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے اُسے بار بار گھروں میں پیش کیا جانا ضروری ہے۔

میں اب چند احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی نصائح ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

تمہیں سچ اختیار کرنا چاہئے کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کو لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ تمہیں جھوٹ سے بچنا چاہئے کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے اور فسق و فجور رسیدھا آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب یعنی سخت جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ حدیث نمبر: ۴۷۱۹)

اس فرمان نبوی ﷺ پر ٹھہر کر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور جھوٹ بدی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنے جرم ہو رہے ہیں اُن میں سے شاذ ہی کوئی جرم ایسا ہوگا جس کا تعلق جھوٹ سے نہ ہو۔ شاذ سے مراد وہ جرم ہیں جو اشتعال انگیزی کے وقت بغیر سوچی سمجھی سکیم کے تابع اچانک رونما ہوتے ہیں ان میں جھوٹ بعد میں آتا ہے۔ انسان بعد میں سوچتا ہے کہ میں کیسے جھوٹ بول کر اپنے عمل کی پاداش سے بچ سکوں گا لیکن جرائم کی بھاری اکثریت وہ ہے جو جھوٹ کے بچوں کے طور پر رونما ہوتے ہیں۔ ایک جرم کرنے والا پہلے یہ سوچتا ہے کہ اس جرم کے نتیجہ میں اگر پکڑا جاؤں اگر کوئی گواہی کسی کے ہاتھ آ جائے کوئی میرا جرم کا نشان مل جائے تو میں کیا عذر تراشوں گا پہلے جھوٹ کا تانا بانا بُنا جاتا ہے تو پھر اُس تانے بانے کے لباس میں انسان بظاہر دنیا کی نظر سے پوشیدہ ہو کر پھر جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ چیز

جو ہے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات پر بھی حاوی ہے۔ ماں باپ کے تعلقات پر بھی حاوی ہے، جہاں بھی کوئی ظلم ہو جہاں بھی کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو، ناانصافی کا سلوک کیا جائے یا کسی کے خلاف کوئی مجرمانہ حرکت کی جائے اگر آپ ان نیتوں کا تجزیہ کریں تو ہمیشہ ان سے پہلے جھوٹ ہوگا۔

جھوٹ نیت کے اندر داخل ہو کر حملہ کرنے والی ایک چیز ہے۔ جس طرح قرآن کریم نے شیطان کے متعلق فرمایا ہے کہ تم پر وہاں سے حملے کرتا ہے جہاں سے تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں دکھائی نہیں دیتا۔ بسا اوقات انسان کی نیت میں جو فساد پوشیدہ ہو وہ دکھائی نہیں دیا کرتا اور نیت کے فساد کے ساتھ ایک گناہ کا ارادہ کرنے والا انسان بسا اوقات خود اس بات سے واقف نہیں ہوتا کہ اول سے لے کر آخر تک میری نیت فساد کی تھی اور بد تھی۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات یہ نیتیں انسان سے چھپ جاتی ہیں اور وہ جو سوچیں سوچ رہا ہے اور ترکیبیں کر رہا ہے کہ میں یہ جھوٹ بولوں گا اور اس طرح بولوں گا اور یہ کروں گا یہ ساری باتیں اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے وجود کے اندر واقع ہو رہی ہوتی ہیں اور اس کو پتا نہیں لگتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ پس آنحضرت ﷺ نے جب فرمایا کہ جھوٹ بدی پیدا کرتا ہے تو واقعۃً تمام جرائم میں سب سے زیادہ کردار ادا کرنے والا اگر ایک واحد گناہ چنا جائے تو وہ جھوٹ ہی ہے اور اس کا تعلق انفرادی تعلقات سے بھی ہے اور قومی تعلقات سے بھی ہے، تجارت سے بھی ہے اور سیاست سے بھی ہے۔ دنیا کے ہر شعبہ پر یہ بات حاوی ہے۔ پہلے جھوٹ ہے پھر بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ تم جھوٹ نہ بولو واقعہ یوں ہوا کہ اس نے آنحضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں بہت بد انسان ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں ساری نیکیاں اختیار کرلوں اور ساری بدیوں سے قطع تعلق کرلوں مجھے ایک حکم فرمائیں۔ یہ میں عہد کرتا ہوں کہ جو نصیحت فرمائیں گے اس پر میں ضرور عمل کروں گا۔ تو آنحضور ﷺ نے فرمایا اچھا اگر اتنی سی بات ہے تو صرف یہ وعدہ کرلو کہ جھوٹ نہیں بولو گے اُس نے کہا کہ ہاں یہ تو معمولی سی بات ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا اس کے بعد جب وہ باہر نکلا تو اُسے ایک بدی کا خیال آیا اور معاً یہ خیال آیا کہ اگر میں پکڑا گیا تو کروں گا کیا؟ کیونکہ سوچ کو از خود یہ عادت ہوتی ہے

کہ بدی کے ساتھ ہی بہانے ڈھونڈ رہی ہوتی ہے کہ میں کس طرح اپنا بچاؤ کروں گی یا بدی کرنے والے کا بچاؤ ہوگا۔ تو جب اس نے سوچا تو اس کو خیال آیا کہ جھوٹ کے سوا میرا بچاؤ ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ چور تھا رات کو چوری کے لئے نکلا تو خیال آیا کہ اگر میں پکڑا گیا تو کیا کہوں گا یا رستے میں کسی نے پوچھ لیا کہ کہاں جا رہے ہو تو میں کیا جواب دوں گا میں تو وعدہ کر بیٹھا ہوں میں جھوٹ نہیں بولوں گا غرضیکہ یہ سوچ بڑھتی چلی گئی اور اس کی بدیوں کے دائرے سے جھوٹ کا تعلق نکلا یہاں تک کہ بالآخر اُس کو ہر بدی سے توبہ کرنی پڑی (تفسیر کبیر رازی، سورۃ توبہ آیت ۱۱۹) اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ چونکہ وہ اس معاملہ میں سچا تھا کہ جھوٹ نہیں بولے گا اور پھر سچ کے نیک بچے پیدا ہونے شروع ہوئے اور خدا کے فضل سے اس کو کثرت کے ساتھ نیکیوں کی توفیق ملی۔

تو یہ وہی مضمون ہے جسے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ انسان سچ بولتا ہے تو اس کے نتیجہ میں نیکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے نتیجہ میں بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ فرمایا ”انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بھی بہت ہی عظیم کلام ہے۔ ایک عارف باللہ کا کلام ہے جو انسانی فطرت پر گہری نظر رکھتا ہے۔ صرف یہ نہیں فرمایا کہ سچ بولتا ہے۔ فرمایا سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ساری زندگی سچ کے معاملہ میں جہاد کرنا پڑتا ہے جس کو ایک سطح سے دیکھا جائے اور وہ سچا نکلتا ہے اور اگر دوسری سطح سے دیکھا جائے تو وہی شخص بعض پہلو سے جھوٹا بھی نکلے گا۔ آزمائشوں کی بات، کیسی بڑی آزمائش ہے؟ کس نوع کی آزمائش ہے؟ اور اس کے مزاج سے اُس آزمائش کا کیا تعلق ہے؟ یہ بہت سے عوامل ہیں جو مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کوئی انسان خدا کے نزدیک سچا ٹھہرتا ہے کہ نہیں۔ پس روزمرہ کی زندگی میں سچ بولنے والے جھوٹے نکل آتے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ بولنے والے جب کوئی مطلب نہ ہو تو سچ بھی بول دیتے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ”کوشش کرتا ہے ایک ایسی کوشش جو زندگی کا حصہ بن چکی ہو“ آپ فرماتے ہیں ایسا شخص بعض دفعہ ایسے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور فسق و فجور کے متعلق فرمایا کہ جھوٹ فسق فجور کا باعث بن جاتا ہے اور یہ آگ کی طرف لے جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

پس جو جھوٹ بولنے والا ہے اس کو میں یہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک مقام پر نہیں ٹھہرا

رہے گا۔ اگر اس نے جھوٹ کے خلاف جہاد نہیں کیا تو وہ اپنے جھوٹ میں لازماً بڑھے گا۔ میں نے کوئی جھوٹا نہیں دیکھا جو رخ موڑے بغیر اپنی ایک حالت پر قرار پکڑ گیا ہو جتنا جھوٹ بولتا تھا کل بھی اتنا ہی بولے۔ دس دن کے بعد اتنا ہی جھوٹ بولے آئندہ سال بھی اتنا ہی جھوٹ بولے اگر وہ جھوٹ سے پرہیز کی کوشش شروع نہیں کرتا تو لازماً جھوٹ میں ترقی کرتا ہے اور وہ شخص جو سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ لازماً سچ بولنے میں ترقی کرتا ہے۔ پس آنحضورﷺ کے پیغام کو غور سے سنیں اور سمجھیں آپؐ یہ فرمار ہے ہیں کہ جھوٹ بولنے والوں کو اگر تم باز نہیں آؤ گے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ خدا کے نزدیک تم کذّاب لکھے جاؤ گے اور اے سچ بولنے والو تم اپنی کوشش میں تھک نہ جانا اگر تم سچ بولنے کی کوشش کرتے چلے جاؤ گے تو ایسا وقت آسکتا ہے کہ خدا کے ہاں تم صدیق لکھے جاؤ۔ پس ساری جماعت کو جھوٹ سے احتراز کی کوشش کی حالت میں جان دینی چاہئے اور سچ کی طرف قدم اُٹھاتے ہوئے جان دینی چاہئے پھر جس منزل پر بھی جان نکلے وہی کامیابی کی منزل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی کماحقہ، توفیق عطا فرمائے۔ ایک موقع پر آنحضورﷺ نے فرمایا۔

کیا تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا جی حضورؐ! ضرور بتائیں آپؐ نے فرمایا۔

اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا یہ دو باتیں بیان فرمائیں اللہ کا شریک ٹھہرانا بہت بڑا گناہ ہے اور والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے۔ آپ تکئے کا سہارا لئے ہوئے تھے جوش میں آکر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا دیکھو تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کاش حضورؐ اب خاموش ہو جائیں تا کہ حضورؐ کو بار بار دہرانے سے تکلیف نہ پہنچے۔ (بخاری کتاب الادب حدیث نمبر: ۵۹۷۶) تو جھوٹ کا جب ذکر آیا تو طبیعت میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا اور بار بار فرمایا کہ دیکھو جھوٹ نہیں بولنا اور جھوٹی گواہی نہیں دینی۔'' اب ملکوں کا جائزہ لے کر دیکھیں جو سچے ملک کہلاتے ہیں ان میں بھی جھوٹ اور جھوٹی گواہیاں روزمرہ کی زندگی کا ایک دستور بنتا جارہا ہے لیکن وہ ممالک جو بدنصیبی سے جھوٹ میں ایک خاص مقام حاصل کر چکے ہیں اُن کے ہاں سب سے زیادہ جھوٹ عدالتوں میں ملتا ہے جس سے سب سے زیادہ زور کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ آنحضرتﷺ نے منع فرمایا اور بار بار تنبیہ فرمائی

کہ دیکھو جھوٹ نہیں بولنا اور جھوٹی گواہی نہیں دینی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ممالک جو اسلامی، اسلامی ہونے کے دعوے کرتے چلے جارہے ہیں اور ساری دنیا میں شور ڈال رہے ہیں کہ ہم ہیں جو اسلام کی عزت اور وقار کو قائم کرنے والے ہیں، ہم ہیں جو شریعت کا احترام دنیا میں قائم کرنے والے ہیں، ہم ہیں جو اسلامی نظام کو دنیا میں دوبارہ رائج کرنے والے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ نظام کن لوگوں پر رائج ہوگا۔ اسلامی عدل کن عدالتوں میں جلوے دکھائے گا۔ وہ عدالتیں جہاں ہر گواہ جھوٹا ہو۔ جہاں مقدمے کی بنا جھوٹی ہو، جہاں مقدمے کے مقاصد جھوٹ پر مبنی ہوں، جہاں اوّل سے آخر تک سارا تانا بانا جھوٹ سے بنا جارہا ہو اس کا اسلامی نظام عدل سے کیا تعلق ہے لیکن یہ دعویٰ بھی جھوٹا۔ جس کو انگریزی میں کہتے ہیں He is living a lie بعض قومیں اپنی بدبختی سے جھوٹ کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور تیسری دنیا میں ایسے ممالک تعداد میں بہت زیادہ ہیں جہاں اکثریت ایسے باشندوں پر مشتمل ہے جنہیں جھوٹ سے کوئی عار نہیں بلکہ روزمّرہ کی زندگی کا حصہ بنا ہوا ہے سوائے مشرق بعید کے وہاں خدا کے فضل سے جھوٹ بہت کم ملتا ہے یعنی ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کے جو حالات ہیں وہ مختلف ہیں لیکن کوریا اور چین اور ہند چینی وغیرہ کے جزائر ہیں وہاں نسبتاً کم جھوٹ ہے اور جہاں جھوٹ کم ہے وہاں اقتصادی ترقی زیادہ ہے۔ ان دو باتوں کا گہرا رشتہ ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ رزق میں برکت سچ سے ہوتی ہے۔ (الترغیب والترہیب للمنذری جلد ۳، ۲۹ مطبوعہ مصر)

وہ جھوٹے ہیں کہ جو سمجھتے ہیں جھوٹ سے ہمارے رزق میں برکت پڑے گی۔ رزق اصل برکت سچ سے ہوتی ہے۔ مشرق بعید میں اقتصادی لحاظ سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک جاپان ہے اور سب سے زیادہ سچ جاپان میں بولا جاتا ہے۔ میں نے وہاں جا کر تفصیل سے جائزہ لیا ہے وہاں جو مجالس ہوئیں اور بعض دفعہ دانشوروں سے جو خطاب ہوئے ان میں میں نے کھل کر ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ میں نے کہا بڑے بڑے ترقی یافتہ مغربی ممالک کے مقابل پر جاپان میں سچ بہت زیادہ گہرائی کے ساتھ نافذ ہے اور ان کی روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ کا تصور ہی کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ رزق کی سب سے زیادہ فراوانی بھی اسی ملک میں ہے۔ پس جو قومیں جھوٹی ہو جائیں وہاں رزق کو برکت نہیں ملتی اور کوئی جھوٹا خدا ان کا رب نہیں بنا کرتا۔ جھوٹ سے نفرت نہیں تو رزق

سے تو محبت بہت ہے اس لئے اس نکتہ کو ہی کم از کم سمجھ لیں۔ یہی اگر سمجھ جائیں کہ رزق سچ سے ملے گا جھوٹ سے نہیں ملے گا تو اس سے ہی ان قوموں میں عظیم انقلاب برپا ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے'' (صحیح مسلم کتاب المقدمہ حدیث نمبر:۶)

اب آپ اپنی سوسائٹی کا جائزہ لے کر دیکھیں جہاں جھوٹ زیادہ ہو وہاں یہ عادت روزمرہ ہر طبقہ میں عام طور پر ملتی ہے کہ ادھر سے بات سنی اور اُدھر لے اُڑے اور دوسری طرف سے باتیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ عجیب قسم کی بیہودہ گندی عادت اس لئے ہے کہ اس کا چسکا ہے۔ اس کے پس منظر میں بہت سی نفسیاتی خرابیاں ہیں۔ نفسیاتی ٹیڑھا پن ہے، کجیاں ہیں۔ جن کے نتیجہ میں یہ عادت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اپنے بھائی سے یعنی بھائی سے مراد یہ ہے کہ اپنے ہم وطن، اپنے ہم شہری، اپنے تعلق دار سے دلی محبت نہ ہو تو انسان اس کی برائی کی تلاش میں رہتا ہے اور جس سے محبت ہو اس کی برائی پر پردہ ڈالتا ہے اور اس کی خوبیوں کو اُچھالتا ہے۔ تو جن سوسائٹیوں میں چغل خوریاں یا سنی سنائی بات کو آگے بیان کرنے کی عادت ہو وہاں دراصل اس مرض کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس سوسائٹی میں بغض ہے، اس سوسائٹی میں حسد ہے، اس میں محبت کا فقدان ہے، بھائی بھائی سے جلتا ہے اور اس کا دشمن ہے۔ پس جب بھی برائی کی کوئی بات کان میں پڑے فوراً آگے بیان شروع کر دیتے ہیں اور اس کے علاوہ مزاج کا جھوٹا ہونا اس عادت کو رواج دیتا ہے جس شخص کا مزاج جھوٹا ہو وہ تحقیق کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا جس کا مزاج سچا ہو وہ تحقیق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر کسی سچے کے سامنے آپ کوئی ایسی بات کریں تو وہ فوراً پوچھے گا کہ بتاؤ تم نے کس سے سنی تھی وہ کون شخص ہے اس کے متعلق جائزہ لے گا کہ وہ کیسا تھا اگر وہ سچا ہو تو پھر بات کو آگے بڑھا کر مزید جستجو کرے گا۔ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو وہیں اس بات کو ترک کر دے گا کہ جس سے تم نے روایت کی ہے وہ تو ہے ہی جھوٹا آدمی لیکن بسا اوقات تحقیق کے نتیجہ میں لوگ دوسرے کا نام بھی نہیں بتاتے۔ میں نے تو جب بھی تحقیق کی ہے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ کسی کا نام پتا ہی نہ لگے۔

ابھی پچھلے جلسہ کے دنوں میں مجھ سے کسی نے شکایت کی کہ جی! لوگ یہ باتیں کر رہے

ہیں۔ میں نے کہا مجھے نام بتاؤ۔ایک آدمی کا نام بتاؤ کس نے بات کی ہے تو شکایت کرنے والے نے کہا کہ جی لوگ عام باتیں کر رہے ہیں میں نے کہا تم نے کسی سے بات سنی ہے یا فرشتے ہوا میں باتیں کرتے ہیں یا جن ہیں جو یہ تذکرے کر رہے ہیں۔ عام باتیں کر رہے ہیں تو کسی ایک کا نام بتاؤ لیکن کوئی نام نہیں نکلا۔اصل میں دل کی باتیں ہیں وہاں سے اُچھلتی ہیں تو بغض کے نتیجہ میں انسان اس بات کا بھی محتاج نہیں ہے کہ کسی سے سن کر آگے بات کرے اپنے دل میں جو خیالات پیدا ہوجاتے ہیں ان کو ہی انسان دوسروں کی طرف منسوب کر کے پیش کرنا شروع کر دیتا ہے۔اس مجلس میں اتفاق سے کوئی سو دوسو آدمی اور بھی تھے۔ چنانچہ ان سے میں نے سوال کیا۔ میں نے کہا اچھا اس کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔آپ بتائیں کہ آپ میں سے کسی ایک نے یہ بات کہی ہے یا یہ بات سُنی ہے تو سو فیصدی نے انکار کیا۔انہوں نے کہا ہم بھی تو ساتھ رہے ہیں نہ ہم میں سے کسی نے کہی نہ ہم میں سے کسی نے سنی۔تبھی کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا جھوٹا ہونے کے لئے یہی علامت کافی ہے وہ سنتا ہے اور بات کو آگے چلا دیتا ہے۔ایسی بیہودہ عادت پھر یہ بات چسکے کی بھی ہے۔اگر انسان کو آپ کچھ حاصل نہ ہو تو دوسرے کو نیچا دکھانے میں اس کو ایک مزہ ملتا ہے۔انسانی فطرت ہے کہ میں اونچا ہوں تو جن بیچاروں کو اُونچا ہونا نہ آتا ہو وہ دوسرے کا سر نیچا کر کے اُونچا ہو جاتے ہیں۔تالاب میں بعض لڑکے دوسرے کو ہاتھ مار کر بھی ڈبو دیا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک فخر ہے تو جو قومیں بیکار ہو جائیں،نکمّی ہو جائیں، جہاں جھوٹ کی عادت ہو، بیہودہ باتیں ہوں وہاں یہ روزمرہ کی عادتیں ہیں کہ باتیں سنیں اور آگے چلائیں اور پھر اس بات پر بڑے چسکے لئے اور اس کی ایک اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض بدیاں ایسی ہیں جن کے پھیلانے میں لوگوں کو مزہ ملتا ہے اور اس لئے پھیلاتے ہیں تا کہ لوگوں میں یہ بات ہو کہ کوئی حرج نہیں۔فلاں بھی اس طرح کرتا ہے ہم بھی کر لیں تو کیا حرج ہے۔تو اپنی بدیوں کے رجحان کو تقویت دینے کے لئے بعض لوگ سنی سنائی بات اگر اچھے لوگوں کی طرف منسوب ہوں تو وہ فوراً اخذ کرتے ہیں اور آگے چلا دیتے ہیں تو ایک جھوٹ ہے جو چار ماؤں کا بچہ ہے اور آگے پھر بڑے ناپاک بچے پیدا کرے گا۔جھوٹ کے اوپر بھی گند ہے نیچے بھی گند ہے۔ایسی غلیظ چیز ہے اور قرآن کریم نے جب اس کو نجس کے ساتھ ملایا تو بہت ہی خوب ملایا۔نہایت ناپاک چیز ہے۔گندے ماں باپ کی اولاد اور گندے بچے پیدا کرنے والا اور بدنصیبی

سے انسان کو سب سے زیادہ تعلق جھوٹ سے ہے۔تو بہت بڑا شرک ہے اس سے توبہ کی جائے اور اگر ہم نے کوشش نہ کی اور غیر معمولی جہاد نہ کیا اور پوری توجہ اور دعا کے ساتھ جھوٹ کے ازالے کی کوشش نہ کی تو آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ہماری سوسائٹی میں جو نیکیوں کی سوسائٹی ہے اس میں بھی جھوٹ نے کتنی کتنی جڑیں جمائی ہوئی ہیں اور کن کن جگہوں میں یہ بت پوشیدہ ہے۔اس کو تو ننگا کر کے نکالنا پڑے گا۔جڑوں کو بھی کھود کھود کر اسے باہر نکالنا پڑے گا۔

اس کے لئے سب سے اچھا طریق یہ ہے کہ اپنی عادت بنالیں کہ جب کوئی نیّت جنم لینے لگے،کوئی خیال پیدا ہو،کسی کے پاس جارہے ہیں،اس کے سامنے کوئی بات کرنی ہے تو اُس وقت اپنی سوچ کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں اُتریں اور سوچ کی آخری جڑ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔جس وقت یہ سوچ پیدا ہورہی ہوتی ہے تو وہ تازہ تازہ وقت وہ ہے کہ اس کے قدموں کے نشان ملتے ہیں اور اُن قدموں کے نشانوں کی پیروی میں کھوج لگاتے ہوئے آپ اُس کے آخری کنارے تک پہنچ سکتے ہیں۔جب یہ سوچ پختہ ہو چکی ہو یا آگے کسی بدی کو پیدا کر چکی ہو تو پھر وقت ہاتھ سے گزر چکا ہے۔پھر آپ اس کی پیروی نہیں کر سکتے۔پس یہ عادت ڈالیں کہ جو بھی بات ہو اُس کی اُس سوچ کا تجزیہ کریں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہونگے کہ روزمرہ کی بالکل معصوم باتوں میں بھی نفس کو جھوٹے بہانے بنانے کی عادت ہے۔روزمرہ کی ملاقات میں ہی ایسی باتیں کر جاتا ہے جو بالکل کھوکھلی ہوتی ہیں اور بے معنی ہیں جن کا سچ سے کوئی تعلق نہیں۔پس اگر انسان کو عادت ہو اس کا سراغ لگائے اور واپس پہنچے کہ میں نے یہ بات کیوں کر دی تھی۔یہ جو فلاں صاحب رستے میں ملے تھے میں نے ان کو یہ کہہ دیا اور اکثر باتیں اس لئے کہیں ہیں کہ میں اُن کے سامنے اور زیادہ اچھا بنوں اور اچھا بننے کے شوق میں بہت سی جگہ جھوٹ کے سہارے لئے جاتے ہیں۔**پس انسان کو جب تک جھوٹ کی تلاش کی عادت نہ ہو یعنی جھوٹ کی نیتوں کی جڑوں تک پہنچنے کی عادت نہ ہو تو وہ حقیقت میں جھوٹ پر غلبہ نہیں پاسکتا۔**وہی نکتہ بنیادی نکتہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ خبردار شیطان تم پر ایسی جگہوں سے حملے کرے گا جہاں سے تم اُس کو نہیں دیکھ سکتے۔یہ مراد نہیں ہے کہ کوشش بھی کرو گے تو نہیں دیکھ سکتے اگر یہ مراد ہوتی تو کوئی نیک انسان بھی شیطان کے حملے سے امن میں نہ ہوتا مگر ساتھ یہ بھی تو فرما دیا کہ اے شیطان تجھ کو میرے بندوں پر غلبہ نصیب نہیں ہوگا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھتے بھی ہیں، جانتے بھی

ہیں، اس لئے یہ جو ذکر فرمایا گیا کہ نہیں دیکھ سکتے، یہ عام لوگوں کا ذکر ہے۔ عامۃ الناس کا ذکر ہے لیکن اگر تم جستجو کی کوشش کرو، پہچان کی کوشش کرو۔ خدا سے تعلق ہو اور دعا کرتے ہوئے کوشش کرو تو شیطان اپنی ہر کمین گاہ میں ننگا ہو سکتا ہے ہر جگہ پہچانا جا سکتا ہے۔

منافقت کی باتیں بہت ہوتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے منافق کی ایک پہچان بیان فرمائی۔ آپؐ نے چار بیان فرمائیں کہ یہ اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ منافق ہے۔ اول جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ دوسرے جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ تیسرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔ چوتھے جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے۔ (بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر: ۳۲)

ایک جگہ تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ وعدے کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور عہد کرے تو عہد شکنی کرے، یہ دراصل ایک ہی بات کی دو شاخیں ہیں یعنی دونوں میں ایک باریک فرق ہے ورنہ بنیادی طور پر ایک ہی بات ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جنوبی افریقہ کی عدالت میں جب احمدی گواہ پر مدمقابل نے ایک دفعہ یہ الزام لگایا کہ تم منافق ہو اور جماعت احمدیہ منافق ہے۔ یہ اوپر سے کلمہ پڑھتی ہے اور اندر سے کچھ اور سوچتی ہے تو انہوں نے یہی حدیث پیش کی اور اس کا سہارا لے کر عدالت کے سامنے اُس کے چھکے چھڑا دیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ احمدی سوسائٹی بھی یہاں موجود ہے۔ تمہاری سوسائٹی جس کو تم غیر منافق کہہ رہے ہو وہ بھی موجود ہے۔ میں آنحضرت ﷺ کی پیش کردہ تین نشانیاں تمہارے سامنے رکھتا ہوں عدالت عالیہ کا کام ہے کہ دونوں سوسائٹیوں کا جائزہ لے کر دیکھے کہ کون سی منافق سوسائٹی ہے اور کون سی نہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب بحث کرے تو گالیاں بکنا شروع کر دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی دلیل کے نتیجہ میں اُسے بہت بڑی فتح نصیب ہوئی کیونکہ وہاں کی سوسائٹی کی جو عام برائیاں ہیں وہ سب کو معلوم ہیں اور بدنصیبی سے ان لوگوں میں جو ان کے مدمقابل تھے یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عامرؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دن ہمارے گھر میں موجود تھے کہ میری امی نے مجھے یہ کہا کہ آؤ تمہیں کچھ دیتی ہوں۔ عام طور پر مائیں یا بعض دفعہ باپ بھی کسی بچے کو مجلس سے اُٹھانا ہو تو کوئی بہانہ بنا کر اُٹھا دیتے ہیں اور چھوٹے بچے کو کہا جائے کہ آؤ میں تمہیں

کچھ دوں تو وہ فوراً اُٹھ جائے گا ورنہ اُس وقت جب بچہ خاص طور پر آنحضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو اُس کے لئے اُٹھنا بڑا مشکل تھا تو ماں نے کہا آؤ میں تمہیں کچھ دیتی ہوں ۔تو معاً آنحضور ﷺ ماں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا دینے کا ارادہ ہے؟ تو ماں نے کہا کہ حضورؐ! کھجور دوں گی ۔آپؐ نے فرمایا اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو جھوٹ لکھا جاتا۔(سنن ابوداؤد کتاب الاداب حدیث نمبر:۴۳۳۹)

دیکھیں کتنی باریک باتوں میں آنحضور ﷺ نے کتنی گہری توجہ سے تربیت فرمائی ہے۔ ہمارے گھروں میں جو روزمرّہ جھوٹ کی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں وہاں ابتداء میں خام مال اسی طرح تیار ہوتا ہے۔مائیں بھی اور باپ بھی اور بڑی بہنیں بھی اور بھائی بھی چھوٹے بچوں سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں کہ آؤ! میں تمہیں یہ دوں گا۔آؤ! میں تمہارا یہ کام کردوں گا اور اکثر جھوٹ ہوتا ہے یہاں تک کہ بچے پھر اپنے ماں باپ کی ذہنیت کو خوب اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں اور اُن پر قطعاً کوئی اعتبار نہیں کرتے ۔اس وقت تو وہ سچ کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں اور ماں باپ جھوٹ کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ جب بڑے ہوتے ہیں تو پھر یہ معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے۔ماں باپ جھوٹے بھی ہوں تو تمنائیں نیک رکھتے ہیں۔بچے شروع میں بظاہر سچ کی نمائندگی کر رہے ہوں لیکن بالآخر بڑے ہو کر جھوٹے بن جاتے ہیں جن کی تربیت اس رنگ میں ہو وہ جھوٹ اختیار کر جاتے ہیں۔اس وقت پھر ماں باپ واویلا کرتے ہیں کہ ہائے تجھے کیا ہو گیا، تو کیا نکلا، میں تو تجھے نیک دیکھنا چاہتا تھا یا نیک دیکھنا چاہتی تھی۔اگر دیکھنا چاہتے تھے تو ویسے اعمال کرتے، ویسی تربیت کرتے جیسا چاہتے تھے لیکن روزمرہ کی زندگی میں عملاً یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو دلوں میں، نیتوں میں جھوٹ کے پودے لگا رہی ہوتی ہیں اُس وقت وہ دکھائی نہیں دیتے۔نشوونما پاتے ہیں۔بڑے ہوتے ہیں۔ تناور درخت بن جاتے ہیں اور ساری سوسائٹی جھوٹ کے سائے تلے آجاتی ہے۔پس دیکھئے! حضور ﷺ نے کتنی پاکیزہ اور کیسی سادہ نصیحت فرمائی ہے۔فرمایا کہ اگر تو کچھ نہ دیتی، تیری نیت میں یہ نہ ہوتا تو تجھ پر جھوٹ لکھا جاتا۔جس کا مطلب ہے کہ یہ معمولی معمولی، چھوٹے چھوٹے عذر بھی خدا کے نزدیک جھوٹ لکھے جاتے ہیں۔اور انسان کا نامہ اعمال اسی طرح سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

بہت پرانی بات ہے ایک دفعہ قادیان میں ایک ماں باپ اپنے بچے کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے، میں پیچھے پیچھے تھا۔بچے کے ہاتھ میں ایک پونا گنا تھا جو ذرا لمبا تھا۔اس لئے وہ کونوں

پر آ کر جگہ جگہ اٹکتا تھا تو ماں نے کہا کہ مجھے پکڑا دو۔ میں نے تجھے اوپر جا کر یا نیچے جا کر دے دوں گی جدھر بھی رخ تھا تو بچے نے کہا کہ ہاں ہاں کہ میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ کچھ کھا کے دیں گی اس طرح نہیں دیں گی۔ اب وہ ماں کی عادت سے واقف تھا اور پہچان گیا تھا۔ بچے بڑے ذہین ہوتے ہیں۔ ماں باپ سمجھتے ہیں کہ ہم چالا کی کر کے دھوکا دے دیں گے۔ دھوکہ نہیں دے سکتے وہ اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں اور جس بد عادت کا معاملہ وہ بچے سے کرتے ہیں وہ بچہ پھر آئندہ اپنی نسلوں سے اسی بد عادت کا معاملہ کرتا ہے اور اپنے ملنے جلنے والوں سے اپنے تعلقات کے دائرہ میں اسی بد عادت کو پھیلاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ بدترین آدمی تم اُس کو پاؤ گے جو ذوالوجہین ہو۔ جس کے دو چہرے ہوں سوسائٹی میں یہاں بیٹھتا ہے تو اور چہرہ بنالیتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو اور چہرہ بنالیتا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ حدیث نمبر: ۴۷۱۴)

کسی ایک جگہ جاتا ہے تو اُس کے دشمنوں کے خلاف باتیں شروع کر دیتا ہے۔ دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اُس سے پہلے کے خلاف باتیں شروع کر دیتا ہے۔ تو ایسے شخص ہیں جو سوسائٹی میں نفرتیں بوتے اور بہت سی برائیوں کو پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو وہ شخص بڑا جھوٹا، منافق اور چغل خور ہے۔ پس یہ تین بیماریاں اس عادت سے نکلتی ہیں۔

پھر آنحضور ﷺ نے آخری نکتہ کی بات یہ بیان فرمائی کہ کوئی شخص اُس وقت تک کامل ایمان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ مزاج میں بھی جھوٹ کو ترک نہیں کر دیتا۔ یہ بہت ہی پاکیزہ بیان ہے اور ایک ایسا لطیف بیان ہے جسے پڑھ کر روح وجد میں آتی ہے فرمایا کہ ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک جھوٹ سے ایسی نفرت نہ ہو کہ جھوٹ سے نفرت اُس کے مزاج کا حصہ بن چکی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ اس لحاظ سے بچپن میں میری طبیعت پر جو سب سے زیادہ اثر تھا وہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ اُن کے کردار میں سچائی ایسی گہرائی سے ثبت تھی کہ ناممکن تھا کہ جھوٹ کا کوئی معاملہ ان کے قریب تک پہنچے۔ بات بھی سچی، کردار بھی سچا، بچوں میں سچائی دیکھنے والیں اور ان کے ماحول میں جھوٹ پنپ ہی نہیں سکتا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کے سامنے کوئی جھوٹی بات کرے۔ تو یہ حدیث پڑھتے ہوئے فوراً جو ایک وجود میرے سامنے اُبھرا ہے وہ حضرت اقدس اماں جانؓ کا

تھا اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک زندہ گواہ تھیں جو آخری دم تک گواہ رہیں اور آئندہ آپ کی یادیں ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی گواہ رہیں گی۔ جس کی بیوی اپنے خاوند کی تربیت میں ایسی ہو چکی ہو اس کا خاوند کتنا سچا ہوگا کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خاوند جھوٹا ہو اور بیوی اُس کی ہم مزاج ہو اس کی مؤید ہو اور پھر جھوٹی نہ ہو اگر خاوند جھوٹا ہو اور بیوی اس کی تائید کرتی ہے اُس کی باتوں کو سچا کہتی ہے تو لازماً وہ جھوٹی ہے اور اگر وہ سچی ہے تو ناممکن ہے کہ خاوند جھوٹا ہو۔

پس ایسا مزاج پیدا کریں کہ مزاج میں سچ داخل ہو جائے ایسا مزاج پیدا کریں کہ مزاج میں جھوٹ سے نفرت ہو جائے۔ یہاں تک کہ خاوند اپنی بیویوں کے حق میں گواہی دے کہ وہ صدیقہ ہیں اور بیویاں اپنے خاوندوں کے حق میں گواہی دیں کہ وہ صدیق تھے۔ ایسے ہی لوگوں کی نسلوں میں پھر سچائی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ساری اولاد میں (یہی وجہ سے یہ مراد نہیں کہ صرف اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے بلکہ والدین کی طرف سے جو ورثہ آیا ہے اس میں) سب سے زیادہ نمایاں کردار یہی تھا کہ جھوٹ برداشت نہیں تھا۔ بعض نسبتاً زیادہ متحمل تھے۔ وہ نرمی سے، عفو اور درگزر سے کام لیتے لیکن جھوٹ سے اپنی نفرت کو ظاہر کرتے تھے لیکن بعض دفعہ کھل کر اور بعض دفعہ بڑی سختی سے جیسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ جھوٹ برداشت ہی نہیں تھا۔ کسی بچے سے معمولی سا جھوٹ بھی ظاہر ہو تو بعض دفعہ بھڑک اُٹھتے تھے، بعض دفعہ سخت سزا دیتے تھے، بعض دفعہ سخت الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ دل کے حلیم تھے لیکن زبان سے بعض دفعہ تلخی بھی ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے اُن سے تب ہی کسی نے شکایت کی کہ الہام میں تو ہے کہ دل کا حلیم ہوگا مگر دیکھیں حضرت صاحب مجھ پر کتنا ناراض ہوئے تو حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے مسکرا کر فرمایا سوچو تو سہی اسے دل کا حلیم کہا گیا ہے آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ ناراض ہوتے ہیں تو خود دل اندر سے کٹ رہا ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد ایسی دلداری کرتے ہیں کہ ناراضگی کے سارے غم بھول جاتے ہیں تو جو دل کے حلیم تھے وہ زبان پر جھوٹ کے خلاف سخت الفاظ بھی استعمال کرتے تھے۔ جو زبان کے بھی حلیم تھے وہ نفرت تو کرتے تھے مگر اس طرح کھل کر اپنی نفرت کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے مگر دیکھنے والے کو سمجھ آجاتی تھی کہ اس کی

طبیعت منغضب ہوگئی ہے تو سچ سے سچ پیدا ہوگا۔ سچوں کے ہاں سچے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ سوائے اُس کے کہ پھر معاشرہ اس کو تباہ کردے۔ اللہ تعالیٰ گندے معاشرے سے بھی بچائے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ سارا معاشرہ سچا کردو۔ ایسا سچا کردو کہ ہر احمدی بچے کے لئے نسلاً بعد نسل سچا ماحول اس بات کی ضمانت پیدا کرے کہ ہر آنے والی نسل سچی پیدا ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اس کے بغیر ہم تبتل الی اللہ اختیار نہیں کر سکتے۔ اس کے بغیر ہم دنیا کو توحید سے نہیں بھر سکتے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین